نمبر جلد ۳
اصلاح
ہر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے
مرتبہ
سید علی حیدر ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن

قل اصلاح لهم خير

جلد ثالث

بابت یکم شعبان المعظم سنہ ۱۳۱۷ ھ

جناب سید غلام صفدر صاحب پیشکار
ایڈیٹر
جناب مولانا السید حسین صاحب مجتہد لکھنو
جناب فخر الحکما

فہرست مضامین

نوٹس
جن معاونین رسالہ کی پیشگی قیمت جلد دوم کی عنایت کی ہوئی ان سے نصف سال کا مطالبہ ہوا اور جن چندوں نے اختتام سال کا انتظار کیا اُن سے ڈیڑھ سال کا زرچندہ پیشگی مطلوب ہوا اور آئندہ زرچندہ کی عام امید واری ہے
ایڈیٹر

اڈیٹوریل نوٹ

الحمد للہ کہ "صلاح" کا تیسرا سال شروع ہوا اور فضل خدا سے امید ہی صلاح کی قومی خدمتین زیادہ مفید ہون۔

معذرت کیلیے مجھے کافی الفاظ نہین ملتے مگر اسکے سالانہ رپورٹ سے حق بین نگاہون مین بیشک مین معذور ٹھہرون گا۔

اسلات کے صیغہ نے اتنی تسکین ضرور بخشی ہی کہ قوم نے اس رسالہ کو مفید سمجھا ہی اور اسکے موعودہ خدمتون کا نہایت بے تابانہ شوق سے انتظار کیا جاتا ہی۔ خداوندا تو میری مدد کر اور قومی صلاح کے فریضہ کے ادا کاری مین "صلاح" کو ثابت قدم بنا! اللّٰھم آمین۔

جناب فخر الحکما دام ظلہ کی مع اصحہ تشریف آوری در رسالہ کی سرپرستی قبول کرنا مجھے بلکہ قوم کے لئے کافی ضمانت ہو سکی کہ "صلاح" اپنے مقاصد موعودہ مین پوری کامیابی حاصل کرے گا۔

نئی جدت اس جلد مین یہ بھی کی گئی ہی کہ صلاح کے دو ورق مخالفین اسلام کے لئے مخصوص کئے گئے ہین۔

ہمعصرون مین مخصوص طور پر پیسہ اخبار ہفتہ دار کا شکر گذار ہون جسنے میری نیبت چند ماہ کو زندون کی ضبت تصور کی اور سلسلہ تبادلہ۔ بلکہ از راہ فیاضی روانگی اخبار کو موقوف دکیا۔ میرا غم غلط کرنے والا اودھ پنچ بھی اسی سلسلہ مین داخل ہی۔

اور دبدبۂ آصفی دکن۔ خیالات احباب جے پور نے بھی کچھ کم حصہ نہین لیا۔ خداوند عالم ان سب کو ترقی کے نعمت سے کامیاب فرمائے۔

سرپرستان رسالہ۔ کے شکریہ ادا کرنیکی قوت مجھ مین نہین ہی جنکے احسانات نے دوبارہ اس مردہ رسالہ کے زندگی کی امید قایم کی خصوصاً جن ارباب کرم نے افزایش زرچندہ سے ممنون احسان کیا۔

ہان اب اُن معاونون کی۔ فیاضی دریا دلی کا وقت آیا ہی جنکے سحاب جود و کرم نے بامطلق بارش کی یا سنہ رواں کے اتفاقی موانع کا معاوضہ لیا۔ کہ اب اپنے قومی خادم کا ہاتھ بٹائین۔ اور یک و نیم سال کا زرچندہ مرحمت فرمائین کہ لین دین برابر رہے۔

بزرگان قوم۔ صلاح کے عزم اوقات کو زیادہ طلب تقاضا مین نہ صرف فرمائی اسکی مالی امداد پر توجہ فرمائی کہ اپنے اصلی مقاصد کے انجام دہی مین پوری کامیابی حاصل کرے۔

فاضل معاونین رسالہ کے خدمت مین بصد ادب التماس ہی کہ جس قومی جوش سے آپنے صلاح کی علمی امداد پر توجہ فرمائی تھی جسسے رسالہ نے علمی ذخیرہ کا لقب قوم سے حاصل کیا۔ اسکی ضرورت اب المضاعف ہوگئی ہی خصوصاً جناب مولانا السید غلام حسنین صاحب کنتوری مترجم قانون شیخ دام اقبالہ و جناب حکیم محمد ہاشم صاحب رنگپوری و قاضی محمد اسحاق صاحب پاردی۔ و دیگر ارباب علم و اصحاب قلم کی توجہ بہت ضروری ہی جنکے پر زور مضامین نے پبلک کو اپنا شیدا بنا لیا۔

آخر مین صلاح کے کانی ام انتولکی اپیل قوم کی خدمت مین پیش کرکے اپنی ڈیوٹی شروع کرتا ہون۔

سفرنامہ جناب فخر الملک بہادر کا شام بغرض مناظرہ آیندہ نمبرون مین شایع ہوگا جسکے سب مشتاق ہین اور اصل کتاب مناظرہ علحدہ طبع ہوگی جس کو دفتر اصلاح سے کوئی تعلق نہوگا

ضروری نوٹس

دفتر کے ایک زمانہ تک مسدود رہنے سے ممکن ہی بعض احباب کے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

وعلیکم السلام (اصلاح کے سندوان کا فایل دیکھکر) کیون جناب آپکے اصلاح کا سال پانچ ہی مہینہ کا ہوتا ہی؟ نہین کسنے کہا۔ ماہانہ رسالہ ہی سال بھرمین ۱۲ نمبر چاہیئے۔"

پھر جلد ثانی کے ۵ نمبر مجھ تک کیون آئے ؟

اسکے وجوہات توآپ کو سالانہ رپورٹ سے معلوم ہونگے کہ مین کن پریشانیون آفتون مین مبتلا تھا"

توکیا اصلاح کا یہ سال یہین ختم ہوگیا ؟

جب سال تمام ہوگیا تو پھر کیا کرتا بقیہ نمبرون کو التفت کردیا۔ آپ حساب سے مجرا کرلینگے

پھر اس دفعہ السلام علیکم کے متعلق آپنے کونسا تحفہ سوچا ہی جو اس سے ابتدائی قانون اسکا بتا چکے۔ تاریخی حالات اسکے سنا چکے۔ کیا اب کوئی نئی تبدیلی باقی ہے ؟

تبدیلیان تو اتنی ہین کہ کوئی گن بھی نہین سکتا۔ تغیرات اتنے ہین کہ کوئی اُسکے احصا کا بھی دعویٰ نہین کرسکتا کیونکہ قانون اسلام گو مکمل تھا مگر نامرتب اسکے اجرا کرنے والے وہ حضرت قرار پائے جنکو نہ علم سے علاقہ تھا نہ فقہ وحدیث سے۔ نہ خوف خدا رکھتے نہ شرم خلایق۔ ایسی حالت مین آپ خود سمجھ سکتے۔ اسلامی کوئی قانون اور السلام علیکم کے دفعات کیونکر اپنے حد پر قایم رہ سکتے ہین جو حد قانون سے نکلکر روزمرہ کے افعال مین داخل ہوگیا تھا۔ دیکھئے یہ لطیفہ بھی اُسی زمانہ کا ہے جس زمانہ مین اسلام نااہلون کے قبضہ مین تھا۔ اور وہی لوگ اسکے افسر ومربی سمجھے جاتے۔

حجاج جسوقت کوفہ کا گورنر مقرر ہوکر آیا تھا اُسوقت اہل کوفہ نے اسکی حالت گدائی پر ایسا تمسخر کیا کہ کچھ لوگون نے چاہا اُسے کنکریان مارین۔ مگر جب بالائے ممبر گیا اور خطبہ پڑھا تو سبکے ہوش اُڑ گئے۔ اسکے بعد حجاج نے اپنے غلام سے کہا

جن
نے
سال بسیر
رسالہ
پاس ع رسالہ
جاتا ہی یا
جنکے پاس
بلا طلب بھیجا گیا ہی
اگر جواب
سلام مین
کوتاہی کرینگے
تو رسالہ بھی
اپنی حاضری
بند کردیگا
فقط
ایڈیٹر

عبدالملک کا فرمان حکومت لوگون کو سنا دے۔ عنوان فرمان یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم عبدالملک کا یہ خط ہے مسلمین اہل کوفہ کے طرف سلام علیکم"
اس سلام سننے پر اہل کوفہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ جسپر حجاج نے اپنے غلام سے
کہا بس کر۔ اور اہل مجمع کیطرف مخاطب ہوکر کہا کیا یہی تمکو مناسب ہے؟ ہے کہ
امیرالمومنین عبدالملک تمپر سلام کرے۔ اور تم جواب سلام بھی نہ دو۔ ابن سمیہ
(زیاد) نے یہ اخلاق تمکو سکھائے ہین۔ مگر قسم بخدا مین بہت جلد تمکو ادب و قواعد
سکھا دون گا۔ اے غلام پھر سے فرمان شاہی پڑھ"

اس دفعہ جو سلام علیکم کا مضمون آیا مسجد کے چارون طرف سے آواز علیکم السلام
بلند ہوئی کوئی شخص ایسا نہ تھا جسنے علیکم السلام نہ کہا ہو

فرمایئے خیر القرون کا زمانہ تھا صحابہ وتابعین کا مجمع تھا۔ علما فضلا جمع ہین محدثین
وفقہا منبر کے گرداگرد بیٹھے ہین۔ سلام علیکم کی صدا بآواز بلند سن رہے ہین مگر
سب کے منہ مین گھنگھیان بھری ہین کوئی جواب بھی نہین دیتا۔ حالانکہ بہ اتفاق
اہل اسلام جواب سلام واجب ہے۔ پھر حجاج سا آتش مزاج کیونکر اسکا متحمل ہو سکتا ہے
مجھے نہ حجاج کے کفر و اسلام سے بحث ہے نہ اُسکے سفاکی و خونخواری سے۔ لیکن کوئی
منصف مزاج اُسکے اس حاکمانہ تنبیہ پر نکتہ چین نہ ہوگا۔

ای ہمارے غفلت شعار بھائیو! کیا یاد کر سکتے ہو اصلاح سنے کے دفعہ تمپر اسلامی تحیت
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض کی۔ اور تمنے جواب دیا یا نہین۔
مگر مین بقسم کہتا ہون میرے مخاطب۔ میرا سلام علیکم سننے والے حضرات نے جواب
دیکر وہ عدد بھی پوری نہ کی جو ایک مین اور سو مین ہے۔
بہرحال آخری سلام علیکم اسلامی جماعتوں پر عرض کرتا ہون دیکھئے کتنے حضرات جواب باصواب دینے والے
نکلتے ہین انکے اسامی گرامی وقتاً فوقتاً اپنی قوم کو آگاہ کرتا رہون گا والسلام علیکم جمیعا ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علی حیدر

اسلامی سکہ درہم و دینار

زمانہ کی غیر بدلنے والی چال تغیر و تبدل نے آج ہماری قوم کو عربی زبان سے۔ گو ایسی نا آشنا
کی ہی کہ معمولی الفاظ کے تلفظ و درک معنے سے بھی عاجز رہ جاتے ہین۔ مگر یہ دونون
پیارے نام پھر بھی ایسے مشہور ہین کہ عام طور پر مسلمانون کو اسکے معنے سمجھنے مین زیادہ
دقت نہوگی۔ ایک سکہ نقرہ ہی دوسرا سکہ طلا جسے ہم اپنی جان سے زیادہ عزیز
سمجھتے رہے اور اُسنے بھی ہمارے سارے کاروبار مین ساتھ دیا۔ جس سے حلال مہمات
کے معزز لقب کا مستحق قرار پایا

اے زر تو خدا نہ ولیکن بخدا — حلال مہم و قاضی الحاجاتی

ایک دوسرے شاعر نے اسکی محبت و قدر و منزلت کو بہت اچھے پیرایہ مین لکھا ہے

دارم صنمے کہ مہ جبین ست — غارت گر عقل و ہوش و دین ست
گر جان طلبد مضائقہ نیست — زر می طلبد سخن درین ست

ہمارے معاملات قدیمہ کا تو یہ دونون نام جزو اعظم تھا مگر اب بھی بہت سے اسلامی
معاملات مین یہ دونون نام آجاتے ہین مثل نکاح وغیرہ کے۔ بلکہ جو لوگ طہارت
و نجاست کے پابند ہین وہ بھی دُرہم بغلی کا نام سُنلیتے ہین۔

درہم و دینار کا وجود قرآن شریف کی عبارتون مین بھی پایا جاتا ہی جسکی تلاوت کو اہل اسلام
جزو ایمان سمجھتے ہین۔ جس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ یہ نام قدیمی ہین نہ اصطلاحی یا جدید نامون سے
یہی سبب ہی کہ مختلف زمانون مین بھی ایک لفظ مختلف تلفظات سے مستعمل ہے جس سے
زبانکے قومی اتحاد کا دعوی کیا جاتا ہی کہ عرب مین درہم۔ فارس مین درم۔ لاطینی میں ڈرام
ہندی مین دام کہا جاتا ہی۔

جزیرہ نمائے عرب کے تاریخی حالات سے جہانتک نتیجہ نکالا جا سکتا ہی۔ اُس سے معلوم ہوتا ہی
کہ اس حصہ زمین نے سلطنت و حکومت پانے پر بھی کبھی ایجاد سکہ سے دلچسپی نہ لی

بلکہ جس زمانہ مین سلاطین یمن و ملوک حمیر کا دور دورہ تھا اُسوقت بھی سکہ کے رواج مین دوسرے ہی ملکون کا زیر بار احسان رہا۔ یہی سبب ہی کہ لفظ درہم فارسی کا معرب ہی۔ اور دینار (سکہ طلا) اصل مین قصبہ دینور کیطرف منسوب ہی جو صوبہ ہمدان کا ایک گاؤن ہی جہان اسکا دار الضرب تھا۔ اسی مناسبت سے دنار نام رکھوایا جو کثرت استعمال سے دینار ہوگیا جسکو ہم عربی لفظ سمجھتے ہین۔ حالانکہ دراصل عجمی ہی۔ جو قبل از اسلام ملک عرب کا افسر سمجھا جاتا ہماری محدود تحقیقات درہم و دینار بلکہ کسی سکّے کی ابتدائی حالت دریافت کرنے مین قاصر ہی۔ تاہم علمار سائنس کا یہ تخمینی بیان فی الجملہ تشفی بخش ہی۔ کہ انسان کی تمدنی حالت کے ترقی نے تبادلہ اشیا کے بعد خود اسکی ضرورت محسوس کی کہ معیار تبادلہ قائم کرنیکے لئے کوئی سکہ ایجاد کرے جسکی ابتدا تانبے سے ہوئی پھر سونے تک پہونچی جہان سے ترقی کی راہ مسدود ہی۔

اس ابتدائی حالت مین کوڑیون کا بھی نام لیا جاتا ہی جو اسوجہ سے غلط معلوم ہوتا ہی کہ ہندوستان کے سوا اور کسی ملک مین کوڑیون نے یہ رتبہ نہین پایا کہ جو سکہ یا معیار تبادلہ کے حد مین داخل ہو سکے۔ پھر کیونکر اس فنڈ مین اسکو ہم لے سکتے ہین۔

علم حدیث کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ ابتدائی سکہ بھی درہم و دینار ہی جو تعلیم الٰہی جاری ہوا جسکو دیکھکر شیطان نے سجدہ کیا اور اپنے کامیابی کا نہایت زوردار الجبا یا۔ اور جہانتک صحیح قیاس کی رسائی ہی اور تاریخ قدیم بھی اُسکی موید ہی۔ یہی معلوم ہوتا ہی کہ درہم و دینار کا رواج ملک ایران سے ہی۔ جہان کی تمدنی حالت نے سب سے پہلے لباس عروج و ترقی پہنا۔ اور آخری زمانہ مین ملک روم نے اُسکے ہمسری کا دعویٰ کیا۔ جس سے ابتدائی اسلام تک عرب پر ایران کے درہم و روم کے دینار نے پورا قبضہ قایم رکھا کہ آگے چلکر اسلامی سکہ بھی انہین دونون سکون کا مقلد بنا۔

عرب کا ابتدائی حصہ جسے ہم زمانہ جاہلیت کہتے ہین ایسے تاریکی مین چھپا رہا ہی جسکے تمکنے کوئی

پهونچا هی پهونچیگا۔ اس سبب سے ٹهیک اندازہ اسکا نهین کیا جا سکتا کہ عرب مین کے سکے
جاری تهے تاهم علماے لغت سے اتنا معلوم هوتا هی کہ درهم کے تین سکے عرب مین مروج
تهے۔ ایک درهم جیدیہ دوسرے سمریہ تیسرے درهم بغلیہ کہ ان دونو سکون کے
اوزان بهی مختلف تهے۔ جس سے ایک خفیف کہلاتا جسکو طبریہ بهی کہتے هین۔ اور
دوسرا سکہ ثقیل جسکا اندازہ یہ تها کہ ایک سکہ تها ۵ مثقال مین ۱۰ درهم دوسرے ۶ مثقال
مین ۱۰ درهم تیسرے ۱۰ مثقال مین ۱۰ درهم پہلے دونون سکے ۶ دانق کے وزن
پر هوتے اور تیسرا سکہ ۸ دانق جو آگے چلکر توڑ دیا گیا اور سب کا وزن ۶ دانق قرار پایا
مسئلہ طهارت مین درهم کا معیار پیمایش پر هی مگر معاملاتی دنیا مین وزن پر ان دونو کا
مدار هی یهی سبب هی کہ مثقال کا اطلاق دینار پر هوتا هی۔ حالانکہ دینار نام هی سکہ کا اور
مثقال وزن کا جو اطبا کے نزدیک ۴½ ماشہ کے برابر هوتا هی۔ اور شرعی اصطلاح
مین ۲۰ قیراط کے برابر اور قیراط ۳ جو هی۔ جو ۴ چاول۔ تو مثقال بحساب جو ۶۰ جو کے
برابر هوتا هی اور بحساب چاول ۱۲۰ چاول کے برابر۔ اور دوسرا سکہ اسکا ذهبانی
کہا جاتا هی جو ۴ ربع مثقال صیرفی هوتا هی۔

اسی حساب سے درهم کا وزن بهی معلوم هو گیا کیونکہ مشهور یہ هی دس درهم بوزن ۷ مثقال
نقرہ هوتا هی یهی سبب هی کہ بہت سی حکایات و روایات سے معلوم هوتا هی کہ با خودها
کے معاملہ مین بعوض قیمت یا اجرت درهم سے ایک دانگ (دانق) یا دو دانگ
چاندی بقدر ضرورت توڑ لیا کرتے کیونکہ اس قلیل وزن کا سکہ باعتبار پیمایش بہت
بڑا هوتا هی کم سے کم بند انگشت کے پور برابر هوتا اور زیادہ کف دست تک کے اس
نشیب کے برابر جو ہاتھ کے پهیلانے مین هر چهار سمت کے مقابل مین گڑها سا بیچ
مین دکهائی دیتا هی۔ تو یہ سکہ درهم کا ویسا هی پتر هوتا هوگا جیسا کہ لکهنؤ مین پلنگ کے
پایون کے لئے بنایا جاتا هی۔

جس سکہ کی صاحبی یہ وسعت بیان کی گئی زمانہ ماقبل اسلام ہی سے مخصوص نہین ہی بلکہ اسلامی سکہ بھی اسی انداز کا بننا شروع ہوا۔ کیونکہ سکہ رائجہ کی رعایت ضرور تھی۔

عہد جناب رسول مقبول تک تو یہ سکہ محض خاموشی حالت مین ہی۔ کوئی پتہ نہین لگتا بجز اسکے کہ "ہجرت فرماکر جو آپ رونق افزائے مدینہ ہوئے تو حکم دیا موافق وزن اہل مکہ معاملہ کرین" اسکے سوا اور کوئی روایت نہین ملتی جس سے سکہ کے متعلق آپکی کوئی ہدایت معلوم ہو۔

ہان خلیفہ دوم کے متعلق اسقدر بیان کیا گیا ہی کہ جب زمین کا خراج مقرر کیا تو بڑے سکہ کے طالب ہوئے کہ اسی ثقیل سکہ سے ادا کرین۔ جسپر رعایا نے بہت کچھ عذر کیا تب خلیفہ نے حکم دیا کہ وزن سکون کا مساوی کردیا جائے جب ہی سے یہ سکہ "درہم بغلی" رائج ہوا جسکا وزن ۶ دانق تھا اس سکہ کے ضراب کا نام راس البغل تھا اس لئے اسکا نام درہم بغلی مشہور ہوا۔ اسکی شان یہ تھی کہ ایک طرف تو کسریٰ شہنشاہ عجم کی تصویر تھی جو کرسی پر رونق افروز ہی۔ اور اُسکے نیچے فارسی حرفون مین "نوش خور" لکھا رہتا کیونکہ یہ سکہ اصل مین کسرائی سکہ تھا جسکے وزن مین صرف تبدیلی کی گئی تھی۔ حیوۃ الحیوان جلد اول صفحہ ۵۶

مگر علمائے لغت کی تحقیقات اِس مادہ مین مختلف ہی بعضون نے بغلی بسکون غین و لام پڑھا ہی اور بعضون نے بفتح غین و تشدید لام۔

اِس اختلاف لغت کے بعد وجہ تسمیہ مین بھی اختلاف ہی۔

(۱) بغلہ۔ ایک قصبہ کا نام ہی جو قریب شہر حلہ تھا صوبہ عراق مین۔ اُسکی طرف نسبت ہے

(۲) راس البغل۔ ایک بادشاہ کا نام تھا جسنے خفیف و ثقیل وزنون کو مساوی کرکے ۶ دانق والے سکہ کو رواج دیا۔

(۳) راس البغل۔ ضراب کا نام ہی اُسکے طرف اسکی نسبت ہی۔

جس روایت مین خلیفہ دوم کا نام لیا گیا ہو وہ اسوجہ سے ناقابل اعتبار ہو کہ اگر حضرت عمر کو سکہ بدلنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو کسرائی سکہ کے رائج کرنیکی ضرورت نہ تھی کہ خلاف مذہب اسلام ایک مجوسی بادشاہ کی تصویر سکہ پر بنواتے۔ اور اُسی ہیئت مسکوک کو رواج دین بلکہ وہ اسلامی سکہ جاری کر سکتے تھے۔
ہان یہ ممکن ہو کہ رعایا کے عرض ومعروض پر اُنھون نے اُسی کسرائی سکہ کا لینا قبول کیا ہو جسکا وزن ۶ دانق تھا جسکے چلنساری نے آخر مین اسی وزن کے سکے زیادہ تر بنوائے اور وہی مشہور رہا۔
عہد حکومت خلیفہ دوم کا کوئی واقعہ ایسا نہین ہو جسکو مورخون نے بہ امیزش مبالغہ یا بلا مبالغہ نہ لکھا ہو۔ مگر کوئی مورخ اسکا مدعی نہین ہو کہ خلیفہ دوم نے کوئی سکہ جاری کیا ہو خلیفہ دوم کے اولیات بھی نہایت تفتیش سے لکھے گئے ہین۔ اُس مین بھی کسی مورخ نے اس مضمون کو نہین داخل کیا ہو۔ بلکہ سبنے اس اولیت اجراے سکہ کا سہرہ عبد الملک کے سر پر باندھا ہو جو بنی امیہ کا پانچوان فرمان روا ہوا اور سلطنت مروانی کا دوسرا بادشاہ۔
ہان ابن خلدون نے ایک ضعیف قول یہ بھی لکھا ہو کہ مصعب بن زبیر نے اس سکہ کی ایجاد کی جو اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر کی طرف سے بصرہ وکوفہ کا گورنر مقرر ہوا تھا اس قسم کے مسائل سکے ذمہ دار تو در اصل کتب تواریخ ہین مگر افسوس اس مضمون کا ایک جز بھی کسی تاریخ مین نہ ملا جو اُسکے اور واقعات پر سلسلہ جنبان ہوتا اور یقینی نتیجہ نکالنے کا موقع ملتا کہ خلیفہ دوم سے کیون ایسی فروگذاشت ہوئی اس سے بھی زیادہ حیرت خیز یہ ہو کہ اسلامی تاریخ نگارون نے اس اسلامی سکہ کی کچھ تفصیل بھی نہ لکھی کہ کس وضع کس قطع کا تھا۔ نہ اسی کو بیان کیا کہ کس ضرورت نے اِس نئے سکہ پر مجبور کیا اور کن اسباب نے پرانے سکون کو موقوف کرایا۔

تاریخ کبیر طبری مطبوعہ جدیدہ لائلنیڈ. تاریخ کامل علامہ ابن اثیر. تاریخ ابن خلدون
اخبار الدول کرمانی. مروج الذہب مسعودی وغیرہ قدیم و مستند و مفصل تواریخ کو دیکھو
مگر کہین تکو اسکی اصلیت نہ معلوم ہوگی بجز اسکے کہ عہد خلافت عبدالملک مین
اسلامی سکہ درہم و دینار کا جاری ہوا۔ اور کوئی حال نہین ملتا۔
حالانکہ یہ اُن عظیم واقعات سے ہے جس سے اسلامی دنیا ایسے تزلزل مین پڑی تھی
کہ کبھی اس قسم کے کسی معرکہ سے اسلام کو دوچار ہونا نہ پڑا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ
پر برملا گالیان رائج کرنے کی دھمکی دیجاتی تھی جسکو اہل اسلام وغیر اسلام سب ہی
قبول کرتے کیونکہ اُسوقت تمامی اسلامی ممالک مین رومی سکہ رائج تھا۔ کوئی اسلامی
سکہ نہ تھا۔ قیصر روم بقسم لکھتا ہے اگر تمنے میری درخواست نہ مانی تو تمامی سکہ جات
پر مین سب و شتم رسول (یعنی گالیان رسول اللہ) کندہ کراؤنگا جو اطراف عالم مین
شائع ہوگا۔ اور اِسکا الزام مسلمانون کے خلیفہ عبدالملک کے سر رہیگا مین بری
الذمہ ہون۔ یہ ایسا جانکاہ واقعہ تھا کہ تمامی اہل اسلام سے کسی کے پاس اسکا
جواب نہ تھا جسپر خود وزیر اعظم نے عام مجمع مین پکار کر کہہ دیا کہ بجز خاندان رسالت
کے یہ عقدہ اور کسی سے نہین حل ہو سکتا۔ **علیک بالباقر من اہلبیت رسول اللہ**
مین اس واقعہ عظیم کی تشریح کتاب حیوۃ الحیوان[۵] علامہ دمیری سے نقل کرتا ہون

---

[۵] نام انکا کمال الدین محمد بن عیسیٰ دمیری شافعی ہے جنکے تعریف مین مولوی صدیق حسن
خان صاحب یہ الفاظ لکھتے ہین فقیہ فاضل محقق فی العلوم الدینیۃ کثیر العبادۃ صائم
النہار۔ عدیم النظیر تھے اپنے وقت مین نہ کبھی منصب قضا کو قبول کیا اور نہ لباس فخر
سے مزین ہوئے۔ کسب انکا بذریعہ خیاطی تھا مگر آخر زمانہ مین اس ذریعہ کا سب کو
ترک کر دیا تھا۔ دمیر بکسر دال قصبہ کا نام ہے اُسی کے طرف نسبت ہے ولادت ۷۴۲ھ
سنہ وفات ۸۰۸ھ بمقام قاہرہ ہے۔ (دیکھو نوٹ صفحہ ۱۱)

جنھون نے پوری وضاحت سے بیان کیا ہے۔

درہم و دینار کا سکہ اسلامی بزمان حکومت عبدالملک جاری ہوا۔ نقش دینار بزبان رومی تھا اور نقش درہم بزبان فارسی دیکھو اسکی کتاب محاسن و مساوی مین امام ابراہیم بن محمد بیہقی نے یہ لکھی ہو کہ۔

۵ امام کسائی بیان کرتے ہین کہ مین ایک روز خلیفہ عباسی ہارون رشید کی خدمت مین حاضر ہوا۔ وہ اپنے ایوان خلافت مین بیٹھے تھے اور سامنے اُنکے بہت سا مال پڑا ہوا تھا جسکو وہ اپنے خدام و ارکان سلطنت مین تقسیم کر رہے تھے۔ ہارون رشید کے ہاتھ مین ایک چمکیلا درہم تھا جسکی کتابت چمک رہی تھی اور بار بار بنظر غور و تامل دیکھ رہے تھے۔ گویا کوئی خاص بات اسکی باعث تھی۔

۵ حیرت ہو کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے اس عالم کی لایف نگاری مین ایک جگہ محمد بن عیسی نام لکھا ہو اور دوسرے مقام پر محمد بن موسیٰ جو شان تحقیق کے بالکل خلاف ہو۔

یہ کتاب حیوۃ الحیوان دو جلدون مین بمقام قاہرہ مطبع میمنیہ مین چھپ گئی ہو جسکی تعریف مین صاحب ابجد العلوم لکھتے ہین کہ کمال الدین دمیری نے فن حیوان مین خوب کتاب لکھی ہو ایک مطول ہو دوسری مختصر جسکا نام خواص الحیوان ہو اور خود علامہ دمیری اپنی کتاب حیوۃ الحیوان مین لکھتے ہین کہ مین نے اس کتاب کے تالیف مین ۵۶۰ کتابون سے مدد لی ہو اور ۱۹۹ دیوانون سے اور نواب صدیق حسن خان لکھتے ہین جو شخص تامل دیکھیگا کتاب حیوۃ الحیوان کو اُسپر مصنف کا فضل و کمال بخوبی ظاہر ہوگا کہ کیسے کیسے فوائد عجیبہ و غریبہ سے اِس کتاب کو مملو کیا ہی دیکھو ابجد العلوم صفحہ ۶ ۴ و ۷ ۵ ۷ مطبوعہ بھوپال۔

۵ اسکا نام علی بن حمزہ کسائی ہو فن نحو کے امام مانے گئے ہین جو ہمسر و ہمعصر سیبویہ تھے قاضی ابو یوسف سے خوب خوب مناظر ہوتے تھے جب تک سیبویہ اور کسائی زندہ تھے نحو کے دو عالم سمجھے جاتے مگر بعد انکی موت کے شاگردون نے اسمین بھی دو فرقے بنا دیئے ایک کوفی جنکا امام کسائی ہو دوسرا بصری جنکا اُستاد سیبویہ تھا۔ کسائی ہارون رشید کے خاص مصاحبون سے تھا جس سے ہارون رشید نے امین و مامون کی تعلیم انکے سپرد کی

ہارون رشید کی عادت تھی کہ اکثر مجھسے (امام کسائی) اِدہر اُدہر کی حکایتین بیان کیا کرتے۔ پوچھا کہ جانتے ہو کسنے سب سے پہلے اس سکہ کو طلا و نقرہ مین جاری کیا۔

امام کسائی۔ عبد الملک بن مروان نے اسکو جاری کیا ہے

ہارون رشید۔ اسکا سبب کیا ہوا کیون اسکی ایجاد ہوئی۔

کسائی۔ مجھے تو اور کچھہ نہین معلوم۔ صرف اسقدر جانتا ہون کہ عبد الملک نے یہ سکہ جاری کیا۔

ہارون رشید۔ یہ فعل خالی از ملطف نہین ہے اسکی ایک وجہ ہے جسکو مین بیان کرتا ہون اصل یہ ہے کہ سابق زمانہ مین کاغذ جتنا ہوتا وہ سب رومیون کے کارخانہ سے آتا تھا اور اہل مصر چونکہ اکثر نصرانی تھے قیصر روم کے مذہب پر اسلئے (طراز) معرکہ انسب کاغذون کا اس عنوان سے ہوتا۔ "ابن۔ اب روح "عبد الملک کے خلافت تک بھی معرکہ رومی جاری رہا۔ چونکہ یہ معرکہ زبان رومی مین تھا اور طغرا مین اسلئے کسیکو خبر نہوئی نہ کسی نے اسکی تفتیش کی۔ برابر یہی کاغذات مروج رہے۔

عبد الملک۔ کو ایک دفعہ کچھہ شبہہ ہوا ایک کاغذ دیکھکر مترجم سے کہا اسکا عربی مین ترجمہ کرو ۔ اسنے بیان کیا کہ اقانیم ثلثہ اب۔ ابن۔ روح۔ کے نام کا معرکہ بنایا گیا ہے اسپر عبد الملک نے کہا یہ تو اسلامی قواعد کے بالکل خلاف ہے کہ اس قسم کا معرکہ مملکت اسلامی مین جاری ہو۔ حالانکہ یہ کاغذات ممالک بعیدہ مین جاتے ہین۔ موقوف ہونا چاہیے یہ معرکہ عیسائیون کا صرف کاغذ ہی پر نہین ہوتا تھا بلکہ ظروف وغیرہ بھی جو مصر مین بنتے یا پردے وغیرہ بنائے جاتے یا کسی قسم کا کپڑہ وہان تیار ہوتا ان سب پر یہی معرکہ رہتا اور وہی تمام ممالک اسلامی مین رواج پاتا کیونکہ یہ کل صنعتین رومیون سے متعلق تھین لہذا عبد الملک نے اپنے بھائی عبد العزیز بن مروان کے نام جو مصر کا منجانب عبد الملک گورنر تھا اس مضمون کا حکمنامہ بھیجا کہ اس عیسائی معرکہ کو موقوف کرے

کاغذ یا پردہ یا اور جو کپڑہ وغیرہ وہان تیار ہو اُن سب پہ معرکہ موقوف کر دیا جائے۔
اور اس حکم کی منادی کرد و کہ جو اسکی مخالفت کریگا وہ مستحق تعزیر ہوگا اور کاغذ کے
کارخانہ دارون کو ہدایت کیجائے کہ وہ اس مضمون کا معرکہ تیار کرین شہد اللہ انہ
لا الٰہ الا ہو چنانچہ یہ معرکہ اُس وقت سے آجتک تمامی ممالک اسلامی مین جاری ہے
اِس مضمون کے فرمان شاہی تمام ممالک مقبوضہ مین جاری ہوئے کہ جو کاغذات
رومی معرکہ کے ملک مین جاری ہین اُن سب کو منسوخ کرکے نئے معرکہ کے کاغذات
کو رواج دین۔ اور جو مخالفت کرے گا وہ مستوجب تعزیر ہوگا۔
جب اس نئے معرکہ کے کاغذون نے رواج پایا جسپر کلمہ توحید ثبت تھا۔ تو اہل
روم کو بھی اس واقعہ سے اطلاع ہوئی اور رفتہ رفتہ یہ خبر قیصر روم کو بھی پہونچی
جس سے وہ نہایت درجہ طیش مین آیا اور ایک دوستانہ خط بنام عبدالملک لکھا
کہ تمہارے قبل جتنے خلفا گذرے ہین اُن سب نے اسی معرکہ رومی کو جایز رکھا تھا
نہ کسی نے کچھ اعتراض کیا نہ تبدیل کا قصد کیا۔ یہانتک کہ تمہاری خلافت کا زمانہ
آیا۔ اب یا اسکا اقرار کرو کہ تم برسر خطا ہو اور خلفاء ماسبق سب برسر صواب تھے
یا وہ سب خاطی تھے اور تم برسر صواب ہو۔ اِن دونون باتون سے ایک بات
کا اقرار کرنا تمپر لازم ہوگا۔ دیکھو مین تمہاری شان کے مطابق تحف و ہدایا روانہ کرتا
ہون جسکے بارے مین مجھے امید ہے کہ تم قبول کرو گے اور میری یہ حاجت بر لاؤ گے
کہ معرکہ قدیمہ کے اجرا کی اجازت دو۔ مین آپکا شکر گذار رہونگا"
عبدالملک نے سفیر کو مع ہدایا واپس کیا اور خط کا کچھ جواب نہ لکھا۔ تاکہ معلوم ہو
یہ عرض قابل قبول نہین۔
قیصر نے دوبارہ سفیر روانہ کیا اور تحفہ کے مقدار کو المضاعف کیا اور اس مضمون
کا خط لکھا کہ معلوم ہوتا ہے تمنے میرے ہدیہ کو کم مقدار سمجھا لہٰذا (دونا) المضاعف کرکے

اُسی مطلب کا خواستگار ہون !!

عبدالملک نے اس دفعہ بھی کچھ جواب نہ دیا اور سفیر کو مع تحایف واپس کیا۔

تب تیسری دفعہ قیصر نے یہ تہدید آمیز خط لکھا۔ کہ تمنے میرے خط کا کچھ جواب دیا اور نہ میرا ہدیہ قبول کیا نہ میری حاجت براری کی۔ پہلے تو مجھے گمان تھا کہ تمنے مقدار ہدیہ کو کم تصور کیا ہی لہٰذا دوبارہ اُسکی افزایش کی۔ اور پھر سہ بارہ بھی مین نے اُسکی مقدار بڑھائی۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ تم میری توہین چاہتے ہو نہ جواب خط دیتے ہو نہ میرے ہدایا کو قبول کرتے ہو۔ اب مین مسیح کی قسم کھاتا ہون کہ اگر تمنے رومی معرکہ کے رواج کا حکم نہ دیا۔ اور اپنے اس نئے معرکہ توحید کو بند کیا۔ تو مین بھی سکہ درہم و دینار کے بارے مین حکم جاری کرونگا کہ تمہارے رسول اللہ پر گالیان لکھے لفظون مین نقش کئے جائین جو تمہاری تمامی ملک مین رواج پائیگا۔ کیونکہ تمکو خوب معلوم ہی کہ اسلامی ملک مین سکہ نہین ہی جو نقش ہمارے ملک مین سکون پر ہوتا ہی۔ وہی سکہ تمہارے ملک مین جاری رہتا ہی۔ اس خط کو پڑھکر اپنے پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالو اور میرا ہدیہ قبول کرکے بدستور سابق قدیم معرکہ کے رواج کا حکم دو جسسے ہماری اور آپکی محبت سابقہ بحال و قایم و برقرار رہے۔

باقی آیندہ

صدر مقام لاہور

تجربہ سے معلوم ہوتا ہی کہ جس قوم نے کسی زمانہ مین ترقی کی ہو۔ اور تنزلی کی حالت مین آجائے اور افلاس و ادبار کی گھنگھور گھٹا مین چھپ جائے اُسکے لئے ایک روز پھر ترقی کا زمانہ آتا ہی جس کے حضیض تنزل سے نکلکر روشناس عالم ہو اور معراج ترقی سے کامیاب ہو۔ اس اصول کو جب آپ مختلف اقوام کی تواریخ تنزلی اور ترقی مین ملاحظہ فرمائینگے تو ضرور اس بات کا یقین ہوگا کہ یہ قوم بھی کسی دن ترقی کے میدان مین آئیگی اور اسکے اقبال کا علم لہرائیگا جسکی تائید مین وہ

ہزار ہا روایتیں پیش کیجاتی ہین جو مہدی موعود علیہ السلام کے بارے مین فریقین نے قبول کی ہین
یون تو صدہا انقلاب اس قوم پر آئے جسکے بعد دنیا مین اسکا وجود محال تھا مگر شاید اس
نکبت و ذلت کی آخری تاریخ وہ زمانہ قرار پا سکتا ہے جسمین ندوۃ العلما نے علانیہ طور پر اسکو اپنے حلقہ سے
سے خارج کیا اور دوسرا روز بد یہ دیکھنا پڑا کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے علیگڈھ کالج کا مستقل
سکرٹری مصنف آیات بینات کو قبول کرکے اپنی جانب سے مایوس کیا[1]۔ حالانکہ اسکے قبل
دونون قومون کا شیرازہ ایک ہی رشتہ سے مستحکم تھا۔

یہ آخری مایوسی کا دن ایسا کٹھن تھا جس سے قومی زخم اُٹھائے ہوئے دونون نے تو یہ سمجھا تھا کہ اس
قوم کے دن پورے ہو چکے اور اسکا نام بھی اُسی رجسٹر مین لکھا گیا جہان بھیل وغیرہ ذلیل
قومین گمنامی اور تاریکی مین اپنا وہ زمانہ کاٹ رہی ہین جسکو زمانہ معدومی کہتے ہین۔ علما
مفقود ہوتے جاتے ہین امرا اگر مرتے نہین تو قومی حیثیت سے زندہ در گور ضرور ہین کہ مالداری
سود خواری نے اُن کو وہ باغ سبز دکھایا ہے جس سے اُنکے دماغ کی وہ قوت دراکہ ہی سلب ہو گئی
جو قومی ادبار پر غور کرے۔ یا اُنکی نیک و بد کی تمیز کرے۔ پھر ان غربا مفلوک الحال کا اب کون
سرپرست رہا جو اُنکے قومی حقوق کا نگران ہو۔ مگر کچھ ایسے پختہ منیال بھی تھے جو لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا
کامل ایمان رکھکر ع مردے از غیب برون آید و کارے بکند۔ کے جویا تھے۔ کیونکہ جہان
خداوند عالم نے انا جعلنا لکل شئ سببا فرمایا ہے وہان اُن اسباب کے غور کرنے والون نے یہ کلیہ بھی
استخراج کیا ہے ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ چنانچہ جناب سید ناظر حسین خان نے بہت جلد
بتا دیا کہ ابھی رگ ہاشمی کے خون مین گرمی باقی ہے۔ غیرت اسد اللّٰہی ابھی اس قوم کے دلون سے زائل
نہین ہوئی۔ شیر فاطمی کی تاثیر ابھی مٹی نہین۔ جب ہی تو یہ سید زادہ سر بکف تن تنہا اُٹھ کھڑا
ہوا اور قومی حمایت کے لئے سینہ سپر بنا۔ دیکھئے اسکی قوم کتنا اسکا ساتھ دیتی ہے۔ ۹
اس امامیہ کانفرنس کا غلغلہ تو آپ مدت سے سُن رہے ہونگے جسکی تحریک مین اخبار ناظم الہند لاہور

[1] دیکھو اخبار ناظم الہند لاہور نمبر ۲۸ جلد ۷ مورخہ ۶ رجب سنہ ۱۳۱۷ ہجری

دو برس سے زیادہ ہوتا ہوا۔ اپنا گلا پھاڑ رہا ہو اور ہر طرح کے نیچ اونچ سے آگاہ کرتا رہا۔ جسپر اصلاح نے
بھی کسی گذشتہ نمبر میں اپنی صلاحیت پیش کی تھین اور قوم کو اس جانب متوجہ کیا۔
شکر خدا کہ اس ہیوٹے نے بماہ ستمبر سنہ ۹۹ء بمقام لاہور ایک صورت پکڑی اور سید ناظم حسین خان
اڈیٹر ناظم الہند لاہور اسکے جنرل سکرٹری قرار پائے جنکی مستقل کوششون سے امید ہی کہ ایک روز
وہ بھی اپنے اِس ارادہ مین کامیاب ہونگے۔ مفصل حالات اسکے آپکو یا تو سالانہ رپورٹ
امامیہ کانفرنس سے معلوم ہونگے یا اخبار ناظم الہند لاہور سے جو دونون دفترون کا صدر ہے
یا اجمالی اشارہ اِسکا رفیق ہند لاہور سے ملیگا جسکے ایڈیٹر جناب مولوی محرم علی چشتی حنفی ہین
جنکے زور قلم سے زمانہ واقف ہی کہ پبلک کے تقاضے نے اس مردہ اخبار کو دوبارہ زندہ کیا۔
رفیق ہند کے بلکہ مولوی محرم علی چشتی کے اس قومی ہمدردی کی شکرگذاری کے لئے کافی الفاظ
نہین ملتے جنھون نے نہایت صدق دلی سے اس امامیہ کانفرنس کی حمایت کی بلکہ اُن کا یہ [۱]
طرز عمل کہ بلا طلب دس روپیہ کا نوٹ جنرل سکرٹری کے خدمت مین بغرض شرکت کانفرنس روانہ
کیا۔ جہان قوم شیعہ کے لئے باعث عبرت ہی کہ ابھی تک پوری ہمدردی انکی نہ ظاہر ہوئی۔
وہان دیگر اڈیٹران اخبار کے لئے موجب عبرت ہی کہ نیشنل کانگرس۔ کایستہ کانفرنس۔ پولیٹکل کانفرنس
مذہکل کانفرنس کے حالات تو لکھو۔ او سا پنی رایون سے انکی مدد کرو مگر اپنے بھائیون کی اِس قومی
ترقی سے ایسی چشم پوشی کرجاؤ کہ اُنکی استدعا پر بھی ان حالات کے اظہار سے پہلو تہی کرو۔ حالانکہ
ملتان جہلم کے تائیدی جلسون مین یہ رزولیوشن پاس کیا گیا ہی کہ اسلامی اخبارون کے پاس یہ حالات
بغرض اشاعت و اعلان روانہ کئے جائین جسکی تعمیل صدر دفتر نے کی تو قومی اخبارون نے انکی اشاعت سے چشم پوشی کی
اے فرقہ امامیہ جس صبر و تحمل کے اخلاق مین تو نے نشو و نما پائی ہے اور جس جادہ حقیقت و خداشناسی پر

---

[۱] دیکھو ناظم الہند لاہور نمبر ۲۹ جلد مورخہ ۱۲ رجب جسمین وہ خط بھی بجنسہ درج ہی جو مولوی
محرم علی صاحب چشتی نے جنرل سکرٹری امامیہ کانفرنس کے نام تحریر کیا اور اپنے تمام قوم حنفی المذہب
سے اسکے شرکت کی سفارش کی۔ ۱۲

تیری رفتار ہی اُسکا یہی تقاضا ہو کہ سچے اسلام کے حقیقی خیر خواہی مین ہمیشہ کوشان رہے اور کل مسلمانون کے ساتھ اخوت اسلامی کے برتاؤ مین سرمو فرق نکرے جیسا کہ تیرے ائمہ دین وارثان سید المرسلین اسکی تعلیم دے گئے ہین۔ کہ بھائی کو تو بھائی سمجھ کر وہ نہ سمجھے۔ بغض حسد کینہ نفاق درحقیقت اسلام کے بالکل منافی ہین مگر افسوس مسلمانون نے ان اوصاف رذیلہ کو اپنا ایسا شعار بنایا ہو کہ گویا یہی اُنکا دین و مذہب ہو۔ جب تک ان کینہ خصلتون کو ہم اپنی قوم سے دور نہ کرینگے یقیناً ضعیف تنزل سے نہ نکل سکینگے۔ لہذا اس کانفرنس کا پہلا فرض یہ ہونا چاہئے کہ ان مخرب اخلاق کے دفعیہ کی کوشش کرے اور دلی اخلاص۔ قلبی اتحاد۔ سچی ہمدردی۔ پوری دلسوزی سے کام لے۔ اغیار کی خیر خواہی مین ویسا ہی سرگرم ہو جیسے اپنے ذاتی مقاصد کی کامیابی مین کوشان ہوتے ہین اور ہزارون ترکیبون سے پورا کرتے ہین۔

اب مین اُن عملی تدبیرون کی طرف توجہ کرتا ہون جسکی ضرورت سے کسیطرح امامیہ کانفرنس مستغنی نہین ہو سکتی

(۱) سب سے پہلے صبر و استقلال سے کام لینا ہوگا جسکو مین دوسرے لفظون مین یون بیان کرسکتا ہون کہ اگر قوم کا ایک متنفس بھی شریک نہو تو اسکے بانی کو ضرور مستقل رہنا چاہئے کہ اپنی کارروائیو کو وسعت دیتا رہے اور وقت پر اسکو انجام دے۔

(۲) خود غرضی۔ نفسانیت کو ایکدم اپنے دل سے نکالڈالنا چاہئے کہ اگر کوئی گداگری کی بھی حالت پر پہونچ جائے تو منتظل خدمتون مین۔ دامے۔ درمے۔ سخنے۔ قلمے۔ قدمے ہر طرح سے سرگرم رہے اسکے فنڈ کی ایک ایک کوڑی کو بھی اپنے پر حرام مطلق سمجھے۔

(۳) چونکہ قومی اخبارون نے اس کانفرنس کی ہمدردی مین کسیطرح دلچسپی نہ لی لہذا ان صورتون کو اختیار کرنا لازم ہو۔

(الف) جتنے اخبارات و رسایل موجود ہین اُن مین اسکے مضامین اگر براہ قومی ہمدردی نہ چھپین تو اُجرت دیکر چھپوانا چاہئے۔

(ب) مفصل رپورٹ اسکا جلد چھاپ کر تمام ملک مین شایع ہو جانا چاہیئے۔

(ج) بذریعہ اخبارات و رسائل کے ملک کے ہر حصہ سے شیعہ آبادی کی تحقیق کیجائے کیونکہ علاوہ شہرون کے اکثر دیہات ایسے کثیر التعداد ہین جہان شیعون کی مردم شماری اسدرجہ بڑھی ہوئی ہو کہ دوسرے قومون کی آبادی وہان نام کو بھی نظر نہین آتی۔

(د) ہر شہر اور ہر دیہہ کی معزز اشخاص کی تحقیق کیجائے جو اس کام کے لئے منتخب کئے جائین کہ وہ اس کانفرس کے رکن عظم بنین۔ کہ عوام و خواص کے ضرورتون کی متکفل ہون جسکی اپیل امامیہ کانفرنس مین کیجائے۔ اس انتخابی اصول مین سب سے زیادہ مستحق علماء کرام ہین جو اُن شہرون مین مرجع اقاصی و ادانی ہون جنکا اثر صرف قومی حیثیت سے نہو بلکہ مذہبی حیثیت سے بھی ہو۔

(۴) آخر مین نہایت وزنی الفاظ مین اسکی تحریک کرتا ہون کہ زندہ دلان پنجاب اعیان و علمائے شہر لکھنو کے شرکت مین ہر طرح کی کوششون سے کام لین۔ اور جس طرح ممکن ہو اُن لوگون کو اپنا ہم آواز بنائین۔ کیونکہ شیعہ پبلک مین ابھی تک جس خصوصیت سے یہان کی عزت کیجاتی ہو اور اُسکی وقعت و وجاہت تسلیم کی گئی ہو بمشکل سے یہ عزت کسی دوسرے شہر کو حاصل ہو سکتی ہو جو دنیوی اور مذہبی حیثیت سے امامیہ فرقہ کا دار السلطنت اس ہندوستان مین مانا جاتا ہو۔

(۵) تین ماہ قبل انعقاد اجلاس امامیہ کانفرنس بذریعہ نوٹسون کے اُن کو مطلع کیا جاے کہ اب زمانہ اجلاس قریب ہو آپ حضرات بحیثیت قایم مقامی شریک جلسہ ہون اور اپنی رایون سے بہرہ مند فرمائین اور اگر ضرورت ہو تو کسی رکن کو امامیہ کانفرنس کے مطلع کرین جو بلحاظ ضروریات خود خاص

انجیلی اختلاف در تشخیص عیسیٰ علیہ السلام

اگرچہ ہر خواہش کا پورا ہو جانا ضروری نہین ہو مگر خواہش کرنا یا تمناؤن کا بیان کرنا بھی چندان معیوب نہین

گو مشکل ہی کیون نہو - اسی اصول پر مین اسکی آرزو کرتا ہون کہ "اصلاح" سامعزز پرچہ اُن قومی خدمتون سے معرا نہ رہے جسکی آج کل قوم اسلام کو سخت ضرورت ہی۔ کیونکہ بقاعدہ حکمت دفع ضرر مقدم ہے جلب نفع پر اس خیال سے مین ضروری سمجھتا ہون کہ "اصلاح" کا ایک حصہ مخالفین اسلام کے دعوت و ردشبہات مین ضرور صرف ہوا کرے۔

گو دہریہ و نیچری طریقے اسلام کے مخالف ہین مگر اُنکی مضرتین مخصوص اسلام ہی سے نہین ہین بلکہ کل ملتون سے وابستہ ہین بخلاف عیسائیون کی جنکی ایذا رسانیون نے اسلام کو سخت صدمہ پہونچایا ہی۔ لہٰذا مین پختہ ارادہ سے عازم ہون کہ اپنے وقت عزیز کا ایک حصہ اس نیک کام مین صرف کرتا رہون خدا اُسکو قبول کرے۔ اور ایڈیٹر اصلاح اُس کے اشاعت کے ذمہ دار ہون۔

گو مین نے ایک زمانہ سے کتب مذاہب و تواریخ کی سیر کی ہی اور بالخصوص بائبل کو ابتدا سے انتہا تک بغور دیکھا ہے جسمین انجیل متے و لوقا کی نسبت عیسائیون کا دعویٰ ہی کہ "روح القدس کے املا سے لکھی گئی ہی" جس سے یہ دو نو تصنیفین ایک ہی مصنف کی قرار پائی۔

مگر سخت افسوس ہی کہ ان دونون کتابون کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ متے و لوقا تو ایسو مسیح کو پہچانتے ہی نہ تھے۔ بلکہ روح القدس بھی جو بعقیدہ نصارے مسیح کے ساتھ وحدت تثلیثی رکھتے تھے محض ناواقف تھے۔ جس سے انجیل متے و لوقا دونون ہوا ہو جاتی ہین اور کسی طرح نہین معلوم ہو سکتا کہ ان دونون تصنیفون کا ہیرو ایک شخص تھا یا دو شخص تھا لہٰذا

پہلا سوال یہ ہے

کہ بموجب انجیل متے حضرت مسیح نسل سلیمان بن داوُدؑ سے ہین۔ اور حضرت ابراہیمؑ سے اکتالیسوین پشت مین پیدا ہوئے۔ باین قید کہ ابراہیمؑ سے داوُد تک چودہ ۱۴ پشت اور داوُدؑ سے بابل جانے کے وقت تک چودہ ۱۴ پشت اور بابل جانے سے مسیح تک چالیس پشت

(دیکھو انجیل متے باب اول درس ۱۷) اور بموجب انجیل لوقا مسیح نسل ناتھان بن داؤد سے ہین اور حضرت ابراہیم سے چھپنوین ۵۶ پشت مین پیدا ہوئے۔

جس سے دونو عیسی مین پندرہ پشت کا فرق نکلتا ہے جسکے لئے کم سے کم ۲۰۰ برس کا تفاوت درکار ہے اور دونو ایسو مسیح دو متفرق خاندانون سے قرار پاتے ہین۔ جیسا کہ شجرہ مندرجۂ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے پس بتائیے کہ ان دونو ایسو مسیح سے نصارا کسکو مانتے ہین اور اپنا (سیویر) نجات دہندہ کسکو تصور کرتے ہین۔ ؟

شجرہ حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام

حضرت ابراہیم (۱) حضرت اسحق (۲) از بطن سارہ حضرت یعقوب (۳) معروف بہ اسرائیل (۴) یہودا (۵) فارض از بطن طیبر (دیکھو فٹ نوٹ ۱) (۶) حصرام (۷) ارام (۸) امینادرت (۹) نحصون (۱۰) سلمان (۱۱) بعاض از بطن رحب (۱۲) عبید از بطن رتہہ (دیکھو نوٹ ۲) (۱۳) یسی (۱۴) **داؤد پادشاہ۔**

یہانتک تو دونو انجیلین متفق ہین۔ اور بعد اسکے دونو مین اختلاف پیدا ہوا۔ (بموجب انجیل متے باب اول درس ۱ تا ۱۷)

(۱۵) سلیمان بن داؤد از بطن زوجہ اوریا (دیکھو نوٹ ۳) (۱۶) رحبعام (۱۷) ابیہ (۱۸) عصا (۱۹) یوصفات (۲۰) یورام (۲۱) یوزیہ (۲۲) یوطام (۲۳) اخذ (۲۴) ہزیقیا (۲۵) مناسی (۲۶) عمون (۲۷) یوصیا (۲۸) یقونیا۔ (بابل جانے تک) **بعد جانے بابل کے** (۲۹) لاطیل (۳۰) زورابیل (۳۱) ابیود (۳۲) الیاقم (۳۳) ازور (۳۴) صدوق (۳۵) اخیم (۳۶) الیود (۳۷) الیزر (۳۸) ماتان (۳۹) یعقوب (۴۰) یوسف جو بقول نصارا شوہر تھا حضرت مریم کا جنکے بطن سے (۴۱) (ایسو مسیح) پیدا ہوئے انجیل لوقا کے مصنف نے اس نسب نامہ سے ایکدم اختلاف کیا ہے کیونکہ اسکا دعوی یہ ہے کہ جناب مسیح حضرت سلیمان کے اولاد سے نہین ہین بلکہ ناتھان کے نسل سے جو حضرت سلیمان کے بھائی اور حضرت داؤد کے

بیٹے ہین۔ اس حساب سے ۱۴ داود ۱۵ ناتھان ۱۶ متاتا ۱۷ مینان ۱۸ میلیا ۱۹ الیاقیم ۲۰ یونان ۲۱ یوسف ۲۲ یہودا ۲۳ شاما ۲۴ لوی ۲۵ متات ۲۶ یورام ۲۷ ایلیازر ۲۸ یوسے ۲۹ آر ۳۰ المودام ۳۱ قصام ۳۲ عدی ۳۳ ملخی ۳۴ نری ۳۵ سلاطیل ۳۶ زورابیل ۳۷ ریسا ۳۸ یوحنا ۳۹ یہودا (۴۰) یوسف ۴۱ سیماے ۴۲ متاتیاس ۴۳ معاط ۴۴ نجی ۴۵ اسلے ۴۶ نغوم ۴۷ عموس ۴۸ متاتیاس ۴۹ یوسف ۵۰ ینا ۵۱ ملخی ۵۲ لوی ۵۳ متات ۵۴ ہلے ۵۵ یوسف۔ جو بقول نصاری شوہر تھا حضرت مریم کا جنکے بطن سے ۵۶ المسیح پیدا ہوئے۔ (دیکھو انجیل لوقا باب ۳ درس ۲۳ لغایت ۳۴)

آب میں بعد اداب اپنے عیسائی بھائیون سے اسکی تشفی چاہتا ہون کہ درحقیقت یہ دو عیسی ہین یا ایک ہین؟ اگر ایک ہین تو اُنکے نسب نامہ مین اسقدر اختلاف کیون ہے؟ کیا اِن دونون انجیلون کے مصنف بھی اُسی درجہ کے مورخ اور عالم تھے جنکا علم ظنی ہوتا ہے اور راویون کی بیان پر اُنکے تحقیقات کا دار و مدار ہوتا ہے جس مین اختلاف ہونا ضروری ہے جیسا کہ عام مورخون اور علماءمین مشاہدہ کیا جاتا ہے اگر ایسا ہے تو پھر اِن انجیلون کے نسبت یہ دعوی کس بنیاد پر کیا جاتا ہے کہ "روح القدس کے اِملا سے لکھی گئی ہے"

چونکہ اہل اسلام نے بلا اختلاف حضرت عیسیٰ بن مریم کو روح اللہ اور نبی مرسل قبول کیا ہے جو بے باپ کے پیدا ہوئے لہٰذا یہ سوال عام طور پر اُن عیسائیون سے کیا جاتا ہے جو حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ بھی کہتے ہین اور پھر یوسف نجار کو اِن کا باپ بتاتے ہین۔

اِسکے بعد اب اُن نوٹون کی تشریح بھی سنیئے جنکا نمبر ۱ و ۲ و ۳ مین حوالہ دیا ہے تب انجیل متے و یوحنا کے اختلاف بیانونکو دربارہ "ایلیا" عرض کرون (باقی آئندہ)

سید غلام اصغر پیشکار۔ از مظفر پور

پندہ ماہہ اصلاح

یہ سالانہ رپورٹ اصلاح ۱۰ نمبر کا اس غرض سے لکھا جاتا ہو کہ معزز ناظرین رسالہ ہمارے اس چند ماہہ غیر حاضری کو جائز اور واجب غیر حاضری تصور فرماکر اپنے منتظرانہ معتوبی سے معاف فرمائین۔

جلد اول کے ۱۲ نمبر جس تسلسل یا بے ترتیبی سے اپنے آخری زمانہ مین شایع ہوئے اُسکے اسباب اور وجوہات بمد جلد ۲ مین لکھ چکا ہون لہذا اُسکے دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہین۔ مگر اسقدر عرض کرنا نہایت مناسب ہو کہ سلسلہ تسلسل کے بانی مبانی یہ چند حضرات رؤسا محلہ گذری عظیم آباد تھے جنکے اسامی گرامی درج ذیل ہین۔

(۱) جناب نواب بہادر حاج سید ولایت علی خان بہادر مرحوم جنکی فیاضی نے علاوہ ڈونیشن اہنی پریس اپنا بھی اصلاح کو مرحمت فرمایا (۲) جناب حاجی نواب سید الطاف حسین خانصاحب دام اقبالہ (۳) جناب نواب سید اکبر علی خان صاحب دام اقبالہ (۴) جناب نواب نصیر نواب صاحب دام اقبالہ (۵) جناب نواب سید کاظم حسین خان صاحب دام اقبالہ (۶) جناب نواب سید صفدر نواب صاحب دام اقبالہ جنکے مردانہ جوانانہ ہمتون اور کوششون نے اصلاح کا کافی سرمایہ فراہم کیا اور ہر طرح کی مالی امداد سے اڈیٹر کو مطمئن کیا فجزاہم اللہ خیرا۔

اسکے غیر تسلسل کے الزام کا ابتدائی درجہ مین تو اڈیٹر ذمہ دار ہو جو ناگزیر ضرورتون سے محرم کی غیر حاضری پر مجبور رہا تاہم اس دورہ کو پورا کیا۔

جلد دوم کا سلسلہ ایسے منحوس زمانہ مین شروع ہوا جسکا لازمی اثر یہی تھا جو ہوا۔ کیونکہ جناب جد امجد مولانا السید حسن اعلی اللہ مقامہ کے وفات نے بتاریخ ۱۲ رجب ۱۳۱۸ھ ایسا سخت صدمہ پہونچایا تھا کہ کسی طرح مجھ مین اسکی قابلیت نہ رہی کہ اس فریضہ کو ادا کرسکتا۔ اُسپر جناب والد ماجد فخر الحکما دام ظلہ کی طولانی علالت نے وہ سلسلہ باندھا کہ ہم لوگون کی ساری

امیدون کا خاتمہ ہی خاتمہ نظر آتا تھا مگر خداوند عالم نے رحم کیا اور وہ بلا دور ہوئی خداوند عالم
اب اس وجود مقدس کو تا ابد قایم رکھے بحق محمد و الہ الامجاد۔

اسی سلسلہ علالت مین بغرض علاج جب سفر لکھنو پیش آیا تو چند روزہ عارضی قیام
پٹنہ مین نمبر ۱ جلد دوم کا ترتیب دیا گیا جو کسیطرح ماہ رمضان المبارک مین شایع ہوا۔

اس نمبر کے بعد ہی محرر صاحب انچارج دفتر نے اِس بے ترتیبی سے ترک خدمت
کی کہ ابھی تک دفتر اصلاح پورے طور پر مکمل نہو سکا۔ اسباب سامان کتابین سب
ابتر ہوئین۔ اسپر تبدیلی مکان بھی مستزاد ہوا جسنے وہ ابتری پیدا کی کہ اُسکا سنبھلنا اگر
محال نہین تھا تو سخت مشکل ضرور تھا۔

جناب فخر الحکما دام ظلہ کے قیام لکھنو نے جہان ہماری اُن امیدون کو زندہ کیا جو
آپکے صحت مزاج سے متعلق تھین۔ وہان خاص اصلاح پر یہ احسان کیا کہ نمبر ۲ و نمبر ۳ وہین
چھپا مگر ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جنرل لکھنو کے انکار نے میری درخواست پر اسکی اجازت نہ دی کہ اِن
دونون نمبرون کی اشاعت وہان سے ہوسکے۔ لہذا مجبوراً اپنے وطن سے روانہ کرنا پڑا
جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ کتنی تاخیر ہوئی ہوگی۔ اور مین کسقدر معذور تھا۔ کیونکہ عظیم آباد
پٹنہ ابھی تک بالکل متروک ہی۔

نمبر ۴ بھی لکھنو مین چھپا مگر اُسکا ٹائٹل وہان نہ چھپ سکا۔ اسلئے پٹنہ کیطرف رُخ کرنا پڑا
جہان اِسکا ترشوانا بھی آسان تھا اسلئے ایک دوست غیر متعہد کے ذمہ یہ خدمت سپرد ہوئی۔
نمبر ۵ و ۶ کا مسودہ اور اُسکے مصارف بھی مع نمبر ۷ ایک غیر مقلد مولوی صاحب کے
پاس بھیجا گیا جو علاوہ دوستی کے ایک زمانہ مین خیر مطبع مین ملازم بھی تھے اور اُن سے دوستانہ
طور پر فرمایش کی گئی کہ جہانتک جلد ہوسکے اسکو چھپوا ترشوا کر مرتب کرکے بھیجین کہ یہان شایع
کیا جائے۔ مگر افسوس اُنکے تغافل بالعمد نے یہ مصیبت ڈالی کہ وہ سلسلہ ہی مجھے قطع کرنا پڑا
کیونکہ جب مین ۵ شعبان کو یہان پہونچا تو معلوم ہوا کہ اِس ۸ مہینہ مین کل ۱۲ صفحے نمبر ۵ کے

چھپے ہین۔ ان مسودات و فرمون کے وصول مین ۲۶ فسعمان ہو گئے مگر پوری کامیابی نہ حاصل ہوئی

چونکہ نمبر ۵ کا کچھ حصہ چھپ چکا تھا لہٰذا اُسکو مکمل کر کے مع نمبر ۶ اس نمبر ۱ جلد ۳ کے ساتھ شایع کرتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ خدا اس قسم کی مصیبتون سے ہر متنفس کو محفوظ رکھے۔

ان مصائب و شداید نے صرف اسی پر نہین مجبور کیا کہ مین جلد ۲ کا سلسلہ بالکل ترک کر دون جسکے سات نمبر باقی ہین اور وہ کل مہینے ختم ہو گئے جن مین اسکی اشاعت ضروری تھی بلکہ اُن پریشانیون سے بھی مقابلہ کرنا پڑا جس سے نمبر ۱ جلد ۳ کا نہایت آخر وقت مین شایع ہوا کیونکہ مطبع ۱۴ ماہ سے بالکل بند تھا۔ پتھر بہت سے ٹوٹ گئے تھے۔ آلات و اسباب اسکے سب خراب ہو چکے تھے۔ متعلقین و کارکنان مطبع سب متفرق ہو چکے تھے۔ انکا فراہم کرنا۔ اسباب و اشخاص کا مجتمع کرنا خرچ کثیر پر بھی سہولت سے ممکن نہ تھا نہایت جانکاہیون اور دقتون سے اتنی صورت آج نظر آتی ہو کہ اصلاح جلد ۳ کا پہلا نمبر آپکی خدمت مین پیش کیا جاتا ہی۔ خدا اُن لوگون سے بھی ہمکو سُرخرو کرے جنکی کتابین اس مطبع مین محض دوستانہ طور پر زیر طبع ہین اور انمین وہ رکاوٹین پیدا ہو گئی ہین جنکے باور کرنےمین انکو بہت کچھ تامل ہوگا۔

اب چونکہ وہ سرمایہ بھی نہین رہا جسپر پہلی ہمتین جوش زن ہوتین۔ لہٰذا معزز ناظرین و حامیان رسالہ کی خدمت مین عام طور پر اپیل کیجاتی ہو کہ ہر طرح کی امداد مین پہلے سے زیادہ توجہ درکار ہی جس سے اصلاح اپنے فرایض واجبہ کے ادا کاری مین بالاستقلال ثابت قدم رہے۔

اور چونکہ جناب فخر الحکما دام ظلہ نے خاص طور پر اسکی سرپرستی اپنے ذمہ لی ہو لہٰذا پورے وثوق سے امید کرتا ہون کہ اصلاح کی خدمتین مستقل اور نہایت قابل قدر ہونگی۔

ناظرین! کیا اب بھی آپکا ملال برطرف نہوگا۔ ان وجوہ سے جو معذوری کی سرگذشت نہین ملیگی آپکی نظر مین نہ آئیگا کیا میرے جرایم اگر فی الحقیقہ جرایم کے حد مین داخل ہین تو قابل عفو و درگذر نہ ٹھہرینگے جو بذریعہ ایک کارڈ کے اصلاح کی منظوری یا نامنظوری سے پہلے مجھے مطلع فرمائین۔ اور از راہ فیاضی اضافہ زرچندہ و ادائے باقی و اعطائے پیشگی زرچندہ حال اس قوم کے خادم کو شکر گذار بنائین جسکی از حد ضرورت ہو۔

قوم کا خادم علی حیدر عفی عنہ

اطلاع

جن ... نے بابت جلد دوم ادائے زر چندہ ... اصلاح کی اعانت فرمائی ہو اور رسید ... کے ساتھ ... ۵ ماہ ... ان فیاضون ... سالانہ ... از راہ ... اضافہ ... ہمتی ... زیادہ ...

ایڈیٹر

حوادث عظیمہ

جتنے اخبار غم مختصر طور پر یہان لکھے جاتے ہین۔ وہ ایسے عظیم الشان حوادث ہین کہ یہان قومی ترقی و تنزلی کو بہت کچھہ ان سے تعلق تھا و ہان اصلاح کی بے انتہا امیدین اِن سے وابستہ تھین۔ اسی خیال سے کچھہ تفصیلی حالات اِن حضرات کے اُن نمبرون مین درج ہوئے تھے جنکو زمانہ نے کتم عدم سے باہر آنا نہ پسند کیا اور مسودات اُسکے پڑے رہ گئے نہ چھپ سکے۔ حالانکہ اگر وہ سب نمبر چھپتے بھی تو ایک شمہ بھی اُن حالات کے نہ ظاہر ہوتے جو خلاق عالم نے اِن بزرگان قوم مین ودیعت رکھے تھے جنکو مستقل تصنیفین بھی شاید اِن کے سوانح عمریون مین نہ ظاہر کر سکتین۔

اب اس مختصر تحریر مین کیونکر وہ مطالب ادا ہو سکتے ہین جو ان ذوات عالیہ کے ساتھ مخصوص تھین اور قوم اُن احسانات کیطرف روزآنہ محتاج ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ کل معزز بزرگان قوم علمی و مالی فتوحات کے فاتح تھے۔ اور اِن کے وفات نے اہل اسلام کے لئے چشم عبرت کو کھول دیا ہو کہ دیکھو آج تمنے کیسے ذخیرے علم و دولت کے کھوئے ہین جسکا عشر عشیر بھی ہزارون محنتون اور کوششون پر تمکو نہین مل سکتا۔

۲۳ محرم ۱۳۱۶ھ کو عام مسلمانون کا بھی خواہ قومی لیڈر نواب بہادر حاج الحرمین نواب سید ولایت علی خان مرحوم سی آئی ای نے اپنی ساری قوم سے ایسا مونہہ موڑا کہ قیامت تک ہم اُنکے دیدار کو ترسینگے۔ یہ وضع داری۔ پختہ مزاجی۔ استقلال۔ ہمت جود و سخا۔ قدردانی۔ مرتبہ شناسی پابندی صوم و صلوٰۃ و تقویٰ و طہارت بھلا کسی مین مل سکتی ہی؟ جس سے نہ صرف پٹنہ خالی ہوا بلکہ سارا ہندوستان اُسکو ڈھونڈ رہا ہے۔ جتنی قومی خدمتون مین اس مرحوم نے پورا حصہ لیا ہے۔ اور دراے سے مشورہ سے حکام رسی سے مال سے زر سے اپنی قوت و شوکت سے تو مین امدادین کی ہین ہمارا دسیع خیال بھی

وہان تک نہین پہونچ سکتا ہے جائیکہ ہم اُن کو بیان کرین۔

عمر آپکی تو ۷۰ برس تھی مگر ہمت مردانہ سے قومی امور مین جوان تھے۔ غم فرزند جوان نواب سلطان مرزا صاحب مرحوم نے ایسا چور کیا کہ پہر زندگی دوبھر ہوگئی اور آخر جوار رحمت الٰہی مین پناہ لی۔ خداوند عالم اُنکے مدارج اُخروی کو زیادہ کرے۔ کہ قومی سرپرستی کے لئے اپنے وارث وجانشین جناب خورشید نواب صاحب دام اقبالہ کو اپنا قایم مقام کر گئے ہین جنکی عالی ہمتی وفراخ حوصلگی سے بہت کچھ امید ہے کہ قوم کی تمنائین پوری ہون اور اُسی عزت وعظمت کو قایم رکھین جو نواب بہادر مرحوم کو خداوند عالم نے بخشی تھین اللّٰھم آمین۔

۲۷ صفر ۱۳۱۷ھ کو ہمارا وہ علمی سرمایہ بھی لٹ گیا جسپر ہماری مردہ قوم کو فخر وناز تھا اور گئی گذری حالت پر اس وجود مقدس سے اپنی تسکین کرتے تھے۔ کہ اِس ہندوستان مین بھی عربی لٹریچر کا بڑا عالم کامل موجود ہے جس سے حسان۔ دمیری۔ متبنی سے کملائے علم ادب کے نام زندہ تھے۔

جناب مولوی محمد مہدی صاحب ادیب اعلی اللہ مقامہ خویش جناب حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا السید حامد حسین قدس سرہ سے ہندوستان کی کونسی علمی سوسائٹی واقف نہین ہے جنکے فضل وکمال نے نہ صرف مسلمانون کو بلکہ یورپین علمائے علوم عربیہ کو اپنا شیدا بنا لیا تھا۔ اور اپنے تحقیق وتنقید کا سکہ نہ صرف انھین کے دلون پر جمایا تھا بلکہ ملک عرب پر بھی اِنکے معلومات کا قبضہ تھا۔ علم حدیث فن لغت اشعار عرب جاہلیت و اسلام مین ایسا کامل دستگاہ رکھتے تھے کہ بڑے بڑے کملا اِنکی شاگردی کو اپنا فخر سمجھتے ہائے ای فلک کجرفتار تو نے علم کے کیسے روشن ودرخشان ستارے کو ہم سے چھینا ہے جسکے نور ضیا سے ایک عالم مستفید تھا۔ اس کمال باطنی کے ساتھ جمال ظاہری کا ملنا صناع عالم کی ایک ادنی فیاضی تھی۔ اسکے ساتھ دنیاوی اقتدار ووجاہت

مثل تدبیر معاش کا عطیہ بھی اُس قیام ازل نے مرحمت فرمایا تھا جس سے جامع الریاستین کے یعنی لقب کے مستحق تھے۔ قیام آپکا مستقل طور پر لکھنو سے دار العلم مین تھا جسکی نامورگی و شہرت آپ ہی صاحب کمال کے بدولت تھی۔ ورنہ وطن اصلی اپکا مصطفے آباد ضلع رائے بریلی تھا جہان بغرض تبدیل آب وہوا تشریف لے گئے اور بعارضہ وجع الصدر وہین سے خلد برین کی راہ لی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

خدا سے امید کرتا ہون کہ مرحوم کے خلف الصدق سید آغا صاحب سلمہ اللہ جہان آبائی عظمت کے قایم رکھنے مین کوشان ہونگے وہان اُس مرحوم کے تصنیفات و علمی ذخیرہ سے قوم کو مستفید کرینگے۔

۲۹ ربیع الاول کو ہمارے قومی دولت پر ایک تیسرا ادبار آیا کہ حسین آباد ضلع مونگیر کے رئیس اعظم جناب نواب علی خان صاحب رضوی مرحوم نے بمقام کلکتہ رحلت فرمائی اور جنازہ آپکا بمقام حسین آباد لا کر دفن کیا گیا عمر آپکی ۷۹ برس کی تھی نہ معلوم کتنے خیرات و مبرات اپنے فیاض ہاتھون سے اس مرحوم نے کئے ہونگے۔ جس سے عام طور پر اُنکی سخاوت نے تمام ہندوستان مین شہرت پائی۔ عبادت۔ زہد تقویٰ محبت اہلبیت اطہار مین فرد تھے کہ دو بارہ حج و زیارت چہاردہ معصوم سے مشرف ہوئے۔ اِس عظیم الشان ریاست پر ایسی سادگی تھی کہ درویشانہ زندگی آپکو پسند رہی۔ دنیادی کاروبار مین صرف علما فقرا غربا مساکین کی خدمتون سے آپکو کام تھا۔ اکثر حضرات عجم آپکے خوان کرم کے مہمان رہتے اور مالامال جاتے۔ ولائے اہلبیت اطہار کا آپکے دل مین خاص جوش تھا کہ باوجود بزرگی و ریاست خود اکثر منبر نظم و نثر مرثئے پڑھتے۔ چنانچہ اس بارے مین چند تصنیفات بھی کئے ہین جنکے لکھنے اور صاف کرنے سے بھی بہت سے غربا و فقرا کی پرورش ہوتی۔

دیکھئے اب زمانہ کے ستائے ہوئے سادات و اہل علم کہان کہان ٹھوکرین کھاتے پھرینگے؟

نہین نہین نواب مجتبیٰ مرحوم کے اعقاب مین جناب نواب دلدار علی خان و نواب حیدر علیخان و نواب ابرار علی خان و نواب شاہد علیخان سلمہم اجداد مرحوم کے حق رسی کے لئے اسیطرح سرگرم ہونگے جسکی ہمکو امید ہے کیونکہ ایک تو خود یہ حضرات ماشاء اللہ بہت لایق و جوانان صالح ہین دوسرے اُن فیاضیون و دریادلیون سے اُس مرحوم کے بخوبی مطلع ہین جنسے انکی ناموری و عزت تھی۔

اسی جانکاہ حادثہ نے ہمکو ایک اور تازہ مصیبت دکھائی کہ جناب مفتی محمد عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ کے پوتے مولوی وزیر علی صاحب مرحوم کے خلف الصدق جناب مولوی زین العابدین صاحب مرحوم نے بتاریخ ۴ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ رحلت کی افسوس ابھی سن آپکا ایسا نہ تھا اور انکی علمی ترقیات سے پوری امید تھی کہ مفتی صاحب مرحوم کا نام روشن کرینگے کہ اسی سن مین آپ درجۂ اجتہاد پر بھی فایز ہوئے ہنوز وہ اجازات چھپے بھی نہ تھے کہ فردوس برین کی راہ لی اور ایک جانکاہ غم دیگئے۔

زمانہ نے رئیس کے بعد عالم اور عالم کے بعد رئیسون کے انتقال کا انتخاب ایسے سلسلے سے قایم کیا ہے کہ اواخر رجب اوائل شعبان مین جناب حاجی سید احمد رضا وحیدر رضا مرحومین نے بھی اِس دنیائے دنی پر لات ماری۔ یہ دونو مرحوم جو حقیقی برادر تھے اصل مین سادات عظام بلگرام سے ہین مگر بوجہ تعلقات ریاست مورو ثی قصبہ کواتھ ضلع آرہ مین قیام تھا جہان آپکے خوان کرم پر صدہا فقرا و ذاکرین و ارباب کمال کا ہجوم رہتا۔ واردین صادرین مسافرین سے کوئی روز یہ گھر خالی نہ نظر آتا اسلامی شعار یہین دکھائی دیتے۔ مجالس عزا کی زیب و زینت یہین نظر آتی۔ سیادت و اسلامی آثار کو اچھی طرح زندہ رکھتے۔ خداوند عالم اِن دونون سیدون کو انکے ابا رکرام کے درجات عالیہ مین جگہ دے کہ بہت سے حقوق اپنے سادات کرام پر قایم کرگئے ہین۔ اَللّٰھُمَّ اغفِرْھُمْ وَاخلفھم بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِین۔

ناظرین۔! یہ ایک فریضہ تھا اصلاح کا جو ادا کیا گیا۔ اور آیندہ بفضل خدا سے امید ہے کہ اِس دفتر غم کے بدلے بقیہ نمبرون مین اخبار مسرت آپ ملاحظہ فرماوینگے۔

ایڈیٹر

نہ کوئی اُسکو حدیث کی کتاب کہہ سکتا ہے نہ علم کلام کی۔ بلکہ ایک مجموعہ مرکب ہے جسمین رطب و
یابس جھوٹ سچ سب کچھ بھرا ہے اور اسپر بھی لکھنے والا ہر الزام سے پاک اور کھرا ہے۔
متقدمین مورخین کا طریقہ یہ تھا کہ جس طرح سے وہ فن حدیث مین کتاب لکھتے کہ حدثنا
فلان عن فلان اُسی طرح فن تاریخ کو راویون کی مسلسل سلسلہ سے بیان کرتے دیکھو تاریخ طبری
تاریخ واقدی تاریخ بلاذری سیرت ابن ہشام سیرت ابن اسحاق وغیرہ وغیرہ
جس سے حدیث اور تاریخ مین اسیقدر فرق باقی رہتا تھا کہ کتب حدیث مین سلسلہ
روایات یا رسول اللہ تک منتہی ہوتا ہے یا صحابی تک یا تابعین و تبع تابعین تک جو صاحب
حکومت و خلافت ہوتے یا صاحب علم و مقتدائے مذہب دیکھو صحاح ستہ مسند احمد
بن حنبل وغیرہ اور کتب تاریخ مین انتہائی سلسلہ کے لئے اِن قیود کی ضرورت نہین کوئی
بیان کرنے والا ہو خواہ وہ اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہو یا سمعی صادق اللہجہ ہو یا جھوٹا
مفتری کذاب جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین اسلام نے اپنے اعتراضات کی بنیاد زیادہ
تر ایسے ہی کتابون پر رکھی جسکو اُنھون نے مثل کتب احادیث کے قابل وثوق سمجھا جس سے
اُنکے مفید مطلب بہت سے نتائج نکل سکتے ہین۔ کیونکہ یہان ہر قسم کے مواد موجود تھے
اندرون اسلام کے یا خود حصہ دارون نے اتنا احسان کیا کہ اِن تاریخی کتاب کو
حدیث کا درجہ تو بحیثیت استدلال نہین دیا مگر اُسکے ہمسر یا حدیث کا دلیعہد ضرور سمجھا جس سے
وہ اپنے دوسرے فریق پر قرآن و حدیث کے بعد استدلال کرتے کیونکہ اِن تاریخی کتابونکو
بھی وہ غیر ہی کی کتاب سمجھتے جس سے استدلال کرنیکا اُنکو حق تھا نہ اپنی کتاب جو بمقابلہ
مناظرہ فریق مخالف کے سامنے نہین پیش کئے جاتے۔ حالانکہ تاریخ کو ایسا ہونا چاہئے
کیونکہ وہ مخزن واقعات ہے اور واقعات کو بجز واقعیت کے کسی سے تعلق نہین ہوتا۔ اِسی لئے
اُن علماء نے جو اپنے مذہب کے صیانت و حمایت کے ذمہ دار تھے یہ قانون بنایا کہ کتب
تواریخ قابل اعتماد نہین ہین نہ اُن کو دیکھنا چاہئے نہ اُن پر اعتماد کرنا چاہئے۔

(۱) پہلے سنی و شیعہ کے روزمرہ کے مناظرہ کے لئے جناب شاہ عبد العزیز علامہ دہلی کا یہ حکم عام سنئے "محققین اہلسنت و جماعۃ از نظر در تواریخ مصنفہ مجاہیل احتراز تمام واجب دانستہ اند۔"

(۱) نواب صدیق حسن خان صاحب جو فرقہ اہلحدیث کے سرگروہ ہین فرماتے ہین (یہ کلام تبصرۃ الناقدین مذکور ہے جو حکایت نواب صاحب لکھی گئی)۔

(۲) فن تاریخ مین بہت کچھ اختلاف و وہم و اختلاط کو دخل ہے اگرچہ یہ دعویٰ بیرایہ ہی ہے۔ صاحبان عقل و انصاف کے نزدیک لیکن اہل تعصب کی تسکین کے لئے چند واقعہ لکھتا ہون جسین کیا کچھ نہ اختلاف پیدا ہوا۔

تاریخ وفات رسول اللہ پر غور کرو کہ اسمین کسقدر اختلاف ہوا ہے۔ پھر ابوبکر عمر کے اور سن عثمان و قتل علی ۔ و وفات طلحہ ۔ و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و عبد الرحمن بن عوف و حکیم بن حزام و حسان بن ثابت و حطب بن عبد العزیز پر غور کرو جو سب صحابی تھے اسیطرح تاریخ ولادت امام سفیان ثوری و مالک ۔ و ابو حنیفہ و شافعی و احمد و مسلم و ترمذی و نسائی و ابو نعیم و خطیب و وفات ابو الطفیل و انس و سہل و جابر و عبد اللہ بن اوفیٰ وغیرہ (بہت سے علما و صحابہ کے) وفات و ولادت پر غور کرو تو معلوم ہو کہ کسقدر اختلاف ہوا ہے۔

(۳) اسکے جواب مین مولوی عبد الحی صاحب لکھتے ہین کہ گو یہ نثر آٹھ ورق مین لکھی گئی ہے مگر بے سود ہے کیونکہ وجود اختلاط و وہم و اغلاط و سقم کتب تواریخ وغیرہ مین مسلم ہے کسی طرح کا عذر نہین ۔ مگر جو لوگ ارباب تحقیق ہین وہ انمین مختلف اقوال مین غور و فکر کرتے ہین اور جو قول دلیل عقلی و نقلی سے راجح قرار پاتا ہے اسکو اختیار کرتے ہین اور قول غلط و باطل کو ترک کرتے ہین اور جہان یہ تمیز نہین حاصل ہوتی وہان مختلف اقوال نقل کر دیتے ہین تاکہ معلوم ہو جائے یہان ہم ترجیح نہین دے سکے۔ (دیکھو تذکرۃ الراشد صفحہ ۹۰)

(۴) دیکھو خود مولوی عبدالحی صاحب بجواب اس قول کے کہ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہو کہ ابوحنیفہ کی روایت حدیث سترہ ہی تک پہونچتی ہو فرماتے ہین کہ اگرچہ یہ کلام مقدمہ ابن خلدون مین مذکور ہو مگر بظاہر یہ کلام ابن خلدون کا نہین ہی بلکہ اور کسی نے ملا دیا ہو یا کاتبون کی غلطی ہو (یہ جملہ عام طور پر سخن تکیہ ہو ان حضرات کا ؟)

اور یہ بھی جان رکھو کہ جو تاریخی واقعات کتب تواریخ مین مندرج ہین ضرور ہو کہ میزان عقل مین اُن کو تولین اور رد وقبول مین جلدی نہ کرین کیونکہ مورخین کے ہر بیان پر ہم ایمان نہین لا سکتے جب تک اسپر غور و فکر نہ کرین چنانچہ خود ابن خلدون نے چند مقام پر اسکی تصریح کی ہو کہ تحقیق کرنا ضرور ہو۔

ابن خلدون کے اِس دعوے کے رد مین کہ ابوحنیفہ کی روایتین کل سترہ ہین۔ مولوی عبدالحی صاحب نے بہت کچھ شور و غل مچایا ہو اور اپنی بہت ہی تصانیف مین اسکا رفعیہ چاہا ہو چنانچہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ مین بھی بہت سی دلیلین اسکے مخالفت مین قایم کی ہین بعض دلایل اُنکے یہان بھی مذکور ہوتے ہین۔

(۱) اگر یہ قول ابن خلدون غلط نہین ہو یا کاتبون کی اغلاط سے نہین کہ اُنہون نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہو تو بسبب مخالفت دوسرے علما کے اسکو رد کرنا چاہیے

(۲) ابن خلدون اگرچہ فن تاریخ مین ماہر تھے مگر علوم شرعیہ مین اُن کو ایسی مہارت نہ تھی جیساکہ سخاوی نے ضوء لامع مین تصریح کی ہو۔

(۳) یہ قول بلفظ قال لکھا ہو جس سے اُسکا ضعف معلوم ہوتا ہو۔

(۴) امور تاریخیہ وحکایات منقولہ کتب تاریخ کو ضرور ہو کہ بمیزان عقل تول لین پس جو قول براہین عقلیہ و دلایل نقلیہ کے خلاف ہو اسکو رد کر دینا چاہیے جیساکہ خود ابن خلدون نے اسکی تصریح کی ہو صفحہ ۲۵۔

ہماری اغراض و ف اُنھوں ... سے متعلق ہی جو فن تاریخ کے متعلق فرمایا۔